احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۷)

حافظ عبیداللہ

امام زہریؒ کی مرسل روایات اور تمنا عمادی صاحب کا مغالطہ:

اقسامِ حدیث میں ایک قسم ’’مُرسَل‘‘ ذکر کی جاتی ہے، اس کی مشہور تعریف یہ ہے کہ کسی حدیث کی سند تابعی تک متصل ہو اور تابعی یہ کہے کہ ’’قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔ یعنی تابعی اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان والا واسطہ (جو کہ عام طور پر صحابی ہوگا اور کبھی کوئی دوسرا تابعی اور اس کے ساتھ صحابی بھی ہوسکتا ہے) ذکر نہ کرے بلکہ خود ہی کہہ دے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ یاد رکھیں! مُرسَل حدیث وہ ہے جس کی سند تابعی تک متصل ہو، اگر تابعی سے نیچے کہیں کوئی راوی ساقط ہو تو اُسے ’’منقطع‘‘ کہا جاتا ہے۔

امام حاکمؒ (متوفی 405ھ) لکھتے ہیں:

’’فَاِنَّ مَشایخ الحدیث لم یختلفوا أن الحدیث المُرسَلَ ھو الذی یُرویہِ المحدِّثُ بأسانِیدَ متصلة اِلی التابعیِّ ، فَیَقُول التّابِعِيُّ : قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔‘‘

حدیث کے مشائخ کا اس بات میں اختلاف نہیں کہ مُرسَل حدیث وہ ہوتی ہے جسے حدیث بیان کرنے والا، تابعی تک متصل سندوں کے ساتھ روایت کرے اور پھر تابعی یوں کہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔ (یعنی تابعی اپنے اور رسول اللہ e کے درمیان کا واسطہ ذکر نہ کرے، وہ واسطہ عام طور پر صرف صحابی کا ہوتا ہے، یا کبھی تابعی اور صحابی دونوں کا ہوسکتا ہے۔ ناقل)۔

(معرفة علوم الحدیث، ص167، دارابن حزم۔ بیروت)

حافظ صلاح الدین العلائیؒ (متوفی 761ھ) لکھتے ہیں:

’’وھذا ھو الذی یقتضیہ کلام جمھور ائمة الحدیث فی تعلیلھم، لایطلقون المُرسل اِلا علی ما أرسلہ التابعی عن النبیe۔‘‘

جمہور ائمہ حدیث کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مُرسَل کا اطلاق صرف اس حدیث پر کرتے ہیں جس میں تابعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارسال کرے (یعنی تابعی بغیر کسی واسطے کے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

فرمایا۔ ناقل)۔

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص29، عالم الکتب۔ بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ''مُرسَل'' روایت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" ما سَقَطَ مِن آخِرہ مَن بَعد التابعِی هو المُرسَل ، وصُورتُه اَن یقولَ التّابِعیُّ،سواء کانَ کبِیراً أو صَغِیراً: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کذا، اَو فَعَلَ کذا، اَو فُعِلَ بحضرَتِه کذا، ونحو ذلک."

جس روایت کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد والا واسطہ بیان نہ ہوا سے مُرسَل کہا جاتا ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی تابعی، چاہے بڑا ہو یا چھوٹا، یوں کہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں عمل فرمایا، یا آپ کے سامنے یہ کام کیا گیا، یا اس جیسے الفاظ۔

(نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر ص100-101، الریاض)

ڈاکٹر محمود الطحّان نے بھی یہی حافظ ابن حجرؒ والی تعریف ہی بیان کی ہے۔

(تیسیر مصطلح الحدیث ص56)

خلاصہ یہ کہ مُرسَل روایت وہ نہیں ہوتی جس میں تابعی کسی ایسے شخص سے ''حدّثنا'' کے لفظ کے ساتھ روایت بیان کرے جس سے اُس نے نہیں سُنی، بلکہ وہ بغیر واسطہ بیان کیے یہ کہتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یا فلاں کام کیا وغیرہ، لیکن عمادی صاحب نے یہاں بھی صریح مغالطے دیے ہیں، وہ عنوان قائم کرتے ہیں ''زہری کی خوگری ارسال''، اور پھر لکھتے ہیں:

''ابن شہاب زہری ارسال کے بہت خوگر تھے یعنی درمیان سے اپنے اصل شیخ کا نام چھوڑ کر اپنے شیخ کے شیخ سے بلا واسطہ اس طرح روایت کرتے تھے کہ سننے والا یہ سمجھے کہ انہوں نے خود فلاں شخص سے سنا ہے، یہاں تک کہ جس کی وفات کے وقت یہ کمسن تھے اس سے بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں، بلکہ جس کی وفات کے برسوں بعد پیدا ہوئے اس سے بھی حدثنا فلان کہہ کہ حدیث بیان کر دیتے تھے۔ حقیقت میں تو یہ سینکڑوں سے مرسل ہی روایت کرتے ہیں، اس لیے میں لکھ چکا ہوں کہ جو لوگ سنہ 101ھ سے پہلے یعنی آغاز جمع حدیث کے قبل وفات پا چکے اُن سے ان کی پچانوے فیصدی روایتیں مرسل ہی ہیں۔''

(امام زہری وامام طبری، ص130)

اس سے پہلے اسی کتاب میں یہ نایاب تحقیق پیش کر چکے تھے کہ:

''پہلی صدی کے بعد یعنی سنہ 101ھ میں یا اس کے بھی کچھ بعد انہوں نے جمع وتدوین احادیث کا کام شروع کیا، اس لیے جو لوگ سنہ 101ھ سے پہلے وفات پا چکے ان سے احادیث لینے کا ان کو موقع نہیں ملا......(الی قولہ)......مگر

ان کی حدیثیں نصف سے زیادہ ایسے ہی بزرگوں سے ہیں جو سنہ 101ھ سے پہلے وفات پا چکے تھے اس لئے یقیناً ایسی حدیثوں میں سے فی ہزار نو سو ننانوے حدیثیں یقیناً مرسل ہیں، یعنی ان حدیثوں کو زہری نے کسی واسطے سے سنا اور وہ واسطہ حذف کر کے ان حدیثوں کو ان بزرگوں کی طرف حدثنا فلان کہہ کر منسوب کر دیا۔''

(امام زہری وامام طبری، ص130)

نیز لکھا:

''غرض جبکہ سنہ 101ھ سے پہلے نہ تحصیل احادیث کا دستور تھا نہ منافقین عجم کے سوا عام طور سے روایتِ احادیث کسی کا مشغلہ تھا تو اگر ابن شہاب نے سنہ 101ھ سے پہلے حدیثیں لوگوں سے سنیں تو ان میں زیادہ تر وہی حدیثیں ہوں گی جن کو انہوں نے منافقین عجم ہی سے سنا ہوگا چاہے وہ ان کا نام لیں یا نہ لیں۔''

(امام زہری وامام طبری، ص110-111)

یہ سب کچھ لکھنے کے بعد عمادی صاحب نے یوں قلابازی بھی کھائی کہ:

''واضح رہے کہ ابن شہاب زہری کی دیانت پر حملہ نہیں کر رہا ممکن ہے انہوں نے نیک نیتی سے حدیثیں جمع کرنا شروع کیں مگر آغاز کے وقت ایسے کاموں میں بے احتیاطی ضرور ہوا کرتی ہے، حدیثوں کے لکھنے کی ممانعت کا غلغلہ اس زمانے میں عام تھا اس لئے انہوں نے جس سے جو حدیث سنی یاد کر لی، لکھا بھی تو یاد کرنے کے لئے لکھا اور پھر مسودے کو ضائع کر دیا، راویوں کی جرح وتعدیل کا اس وقت نام ونشان بھی نہ تھا اور نہ چنداں اس کی ضرورت سمجھی جاتی تھی اس لئے کہ تابعین ہی سے حدیثیں سنتے تھے، پہلے ہی راوی کے بعد صحابی کا نام آتا تھا...... (الی قولہ)...... ابن شہاب منافقین عجم کی ریشہ دوانیوں سے واقف نہ تھے (جبکہ عمادی صاحب تو ان منافقین عجم کے بہت قریب تھے اس لئے ان سے اچھی طرح واقف تھے؟۔ ناقل) اس لئے ان کو تابعین کی جماعت سمجھ کر ان کی من گھڑت حدیثیں اطمینان سے لیتے رہے اور نادانستہ ان کے کذب وافتراء میں ان کا ہاتھ بٹاتے رہے اور ان کا مقصد پورا کرتے رہے۔''

(امام زہری وامام طبری، ص141)

قارئین محترم! یہ ہیں منکرین حدیث کے ''محدث العصر''، پہلے یہ غلط بیانی کی کہ امام زہریؒ ایسے لوگوں سے جن سے انہوں نے حدیث نہیں سُنی ''حدثنا فلان ''(مجھ سے فلاں نے بیان کیا) کے لفظ کے ساتھ حدیث بیان کر دیتے تھے، یعنی دوسرے لفظوں میں کذب بیانی کرتے تھے، نیز تابعین کے لئے ''منافقین عجم'' کے دل آزار الفاظ استعمال کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی لکھتے ہیں کہ ''میں ابن شہاب زہری کی دیانت پر حملہ نہیں کر رہا''۔

ان صاحب کو اصولِ حدیث کی عام سی بات کا علم نہیں کہ مرسل روایت میں تابعی بلاواسطہ رسول اللہ e کا قول یا فعل بیان کرتا ہے، وہاں ''حدثنا فلان '' کہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ورنہ وہ روایت تو متصل ہوگئی مرسل کہاں رہی؟

اور اگر تابعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بیان کرتے ہوئے ''سمعتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم'' (میں نے اللہ کے رسول سے سنا) کہے تو وہ صریح جھوٹ ہوگا، لیکن عمادی صاحب بڑے دھڑلے کے ساتھ بار بار لکھتے ہیں کہ ''امام زہری نے جس واسطے سے حدیثوں کو سنا وہ واسطہ حذف کر کے کسی دوسرے بزرگ کی طرف حدثنا فلان کہہ کر منسوب کر دیا، بلکہ جس کی وفات کے برسوں بعد پیدا ہوئے اس سے بھی حدثنا فلان کہہ کر حدیث بیان کر دیتے تھے'' ہم تو صرف اتنا ہی کہیں گے کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔

قارئین محترم! عمادی صاحب نے انکارِ حدیث کے جوش میں بے سروپا باتیں لکھ ڈالیں، کبھی کہتے ہیں کہ چونکہ احادیث کی جمع وتدوین کا کام سنہ 101 ھ کے بعد شروع ہوا، لہٰذا جو لوگ سنہ 101 ھ سے پہلے وفات پا چکے ان سے امام زہریؒ کو احادیث لینے کا موقع نہ مل سکا، اس طرح 101 ھ سے پہلے وفات پانے والے لوگوں سے امام زہریؒ نے جو حدیثیں بیان کی ہیں ان میں سے فی ہزار 999 حدیثیں یقیناً مرسل ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ منکرینِ حدیث کے ''محدث العصر'' کی اس عظیم تحقیق پر کیا تبصرہ کروں؟ کیا عمادی صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جوں ہی احادیث کی جمع وتدوین کا کام شروع ہوا تمام صحابہ وتابعین عظام کا حافظہ بھی صاف ہو کر ''صفر'' پر آ گیا تھا اور سنہ 101 ھ سے پہلے انہوں نے جو بھی علم حاصل کیا تھا، یا جو کچھ حفظ کیا تھا وہ ایسے صاف ہو گیا تھا جیسے کمپیوٹر کو صاف (Format) کیا جاتا ہے؟؟ کیا احادیث کی جمع وتدوین کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ کام شروع ہوا اس وقت صحابہ وتابعین کو تلاش کر کے ان سے نئے سرے سے احادیث سن کر لکھی گئیں، اور جو صحابہ کرام یا تابعین عظام 101 ھ سے پہلے وفات پا چکے تھے ان سے مروی تمام احادیث متصل نہیں بلکہ ''مرسل'' ہیں؟؟ اس عقل پر رونے کے علاوہ اور کیا کِیا جا سکتا ہے؟۔

امام زہریؒ کی عمر سنہ 101 ھ میں چالیس سال سے اوپر تھی، کیا ان چالیس سالوں میں انہوں نے کسی صحابی یا تابعی سے کوئی حدیث نہ سنی؟ یہ مفروضہ کہاں سے گھڑا گیا کہ 101 ھ سے پہلے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان نہ کی جاتی تھیں؟ اور عمادی صاحب نے خود یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ امام زہری نے یاد کرنے کے لئے حدیثوں کا مسودہ لکھا اور پھر ضائع کر دیا، یعنی وہ تسلیم کرتے ہیں کہ یاد کرنے کے لئے وہ حدیثیں لکھا کرتے تھے، اور اگر یہ دعویٰ درست ہے تو امام زہریؒ کا یاد کرنے کے لئے حدیثیں لکھنا یقیناً زمانہ طالب علمی میں ہوگا جو کہ سنہ 101 ھ سے پہلے کا زمانہ ہے، پھر بار بار ''منافقین عجم'' کی گردان پڑھ کر کیا باور کروانے کی کوشش کی جا رہی ہے؟ کیا عرب میں منافقین نہ تھے؟ کیا عرب میں وضّاعین حدیث نہیں ہوئے؟ کیا خود عمادی صاحب عجم میں سے نہیں؟ عمادی صاحب تابعین عظام میں سے دو تین ایسے لوگوں کے نام ہی لے لیتے جو ''منافقین عجم'' میں سے تھے لیکن امام زہریؒ اور ائمہ حدیث انہیں غلطی سے تابعی سمجھتے رہے۔ اور نہیں تو کتب رجال میں امام زہریؒ کے جن بے شمار شیوخ کے نام لکھے ہیں ان میں سے چند کی نشاندہی کر دیتے

کہ فلاں فلاں دراصل ''منافقین عجم'' میں سے تھے لیکن امام زہریؒ غلط فہمی میں انہیں تابعی سمجھ کر ان سے حدیثیں لیتے رہے تاکہ ہم بھی عمادی صاحب کی تحقیق کی داد دیتے کہ انہوں نے اس حقیقت کا پتہ چلایا ہے جس کا علم امام زہریؒ کے جلیل القدر تلامذہ جیسے ایوب سختیانیؒ، سفیان بن عیینہؒ، صالح بن کیسانؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، عبداللہ بن دینارؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، عمرو بن دینارؒ، لیث بن سعدؒ، مالک بن انسؒ وغیرہم کو نہ ہوسکا۔

خود امام زہریؒ نے اپنی کتابت حدیث کی جو وجہ لکھی ہے اگر اس پرغور کرلیا جائے تو تمنا عمادی صاحب کا یہ مفروضہ ہوا میں تحلیل ہوجاتا ہے کہ وہ غلط فہمی میں منافقین عجم سے لیتے رہے، امام زہریؒ نے فرمایا:

''لو لا تأتينا أحاديث من قبل المشرق ننكرها لا نعرفها ما كتبتُ حديثاً ولاأذِنتُ في كِتابه۔'' اگر ہمارے پاس مشرق کی طرف سے ایسی حدیثیں نہ آتیں جو ہمارے لئے اوپری تھیں اور جن حدیثوں کو ہم نہیں جانتے تھے تو میں ایک حدیث بھی نہ لکھتا اور نہ اس کے لکھنے کی اجازت دیتا۔

(تقييد العلم للخطيب البغدادي،ص138-139)

لیجیے! امام زہریؒ تو احادیث لکھنے کا سبب ہی موضوع اور من گھڑت حدیثوں کا سدِ باب کرنا بتارہے ہیں تو پھر یہ مفروضہ کیسے تسلیم کیا جائے کہ وہ بلاتحقیق غلط فہمی سے منافقین عجم کی بنائی ہوئی جھوٹی حدیثیں جمع کرتے رہے؟۔

افسوس عمادی صاحب تو اس سے بھی آگے نکل گئے اور یہاں تک لکھ دیا کہ:

''اصل بات یہ ہے کہ نزولِ مسیح سے متعلق حدیثیں عیسائی غلاموں نے جو نومسلم تھے گھڑیں، ان کی جماعت میں وہ منظم سازش نہ تھی جو ایرانی ملاحدہ کی جماعت میں تھی، اس لئے یہ حدیثیں بغیر باہمی مشورے کے انفرادی طور پر گھڑی گئیں۔''

(انتظارِ مہدی ومسیح،ص253)

کاش عمادی صاحب اپنے اس ذریعہ کے بارے میں ہمیں بتاجاتے جس نے انہیں یہ سب باتیں بتائیں، یقیناً وہ ذریعہ وحی یا الہام کا ہی ہوگا، کیونکہ یہ ''انکشافات'' ہمیں ان لوگوں کی کتابوں میں نہیں ملتے جنہوں نے اپنی زندگیاں علم حدیث کی خدمت میں گزار دیں، یا کم ازکم اُن نومسلم عیسائی غلاموں میں سے دو تین کے نام ہی بتاجاتے جنہوں نے نزول مسیحؑ کی جھوٹی حدیثیں بنائیں، تاکہ جس حدیث کی سند میں وہ ''نومسلم عیسائی غلام'' ہوتے ہم اسے قبول نہ کرتے۔ لیکن عمادی صاحب کا حال یہ ہے کہ:

ے حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں   یہ ضد ہے جناب شیخ تقدس مآب میں

اب آیئے حقیقت ہم بتاتے ہیں، امام زہریؒ کی مرسل احادیث کی محدثین نے نشاندہی کی ہے مثلاً کتب ستہ وملحقات میں (جنہیں صحاح ستہ بھی کہاجاتا ہے) امام زہریؒ کی روایات کی مجموعی تعداد 1400 کے لگ بھگ بتائی گئی ہے،

اوران میں مراسیل کی تعداد صرف 90 کے قریب ہے، حافظ جمال الدین یوسف المزی (متوفی 742ھ) نے اپنی کتاب ''تحفة الاشراف بمعرفة الأطراف'' میں یہ روایات گنوائی ہیں۔ (دیکھیں: تحفة الاشراف، ج13 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت کے صفحات 367 تا 384)۔ لہٰذا عمادی صاحب کا ''فی ہزار نوسو ننانوے'' روایات کو مرسل کہنا اورانہیں ''ارسال کا خوگر'' بتانا غلط بیانی اور مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟۔ پھر یہ بھی نہیں کہ امام زہریؒ کی مرسل اور مسند روایات آپس میں خلط ملط ہوگئی ہیں اور مرسل روایات کی پہچان ممکن نہیں، بلکہ علماء حدیث نے ایک ایک مرسل روایت کی نشاندہی بھی کردی ہے۔

رہی یہ بات کہ حدیث مرسل حجت ہے یانہیں؟ تو اس میں علماء وفقہاء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک حجت ہیں اور بعض کے نزدیک نہیں جس کے بیان کا یہ موقع نہیں، امام ابوداود سجستانیؒ نے اہل مکہ کو اپنی ''سنن ابی داود'' کے بارے میں ایک خط لکھا تھا، اس کا ایک اقتباس پیش کر کے آگے چلتے ہیں، آپ نے لکھا کہ:

''وأما المراسيل فقد كان يحتج بها العلماء فيما مضى مثل سفيان الثوري، ومالك بن أنس، والأوزاعي حتى جاء الشافعي فتكلم فيها وتابعه على ذلك احمد بن حنبل وغيره رضوان الله عليهم اجمعين'' مراسیل سے پہلے گزرے علماء حُجت پکڑتے تھے جیسے سفیان ثوریؒ، مالک بن انسؒ اور امام اوزاعیؒ، یہاں تک کہ امام شافعیؒ آئے اورانہوں نے اس میں کلام کیا اور امام احمد بن حنبلؒ نے اس بارے میں ان کی اتباع کی۔

(رسالة ابي داود الى أهل مكة فى وصف سُنَنِه، ص25، المکتب الاسلامی۔ بیروت)

تاہم یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہم نے نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے ضمن میں امام زہریؒ کی جتنی بھی روایات نقل کی ہیں وہ سب مرفوع متصل ہیں، ان میں سے کوئی بھی مرسل نہیں۔

<u>فائدہ</u>: کبار تابعین کا ارسال ائمہ حدیث کے نزدیک کوئی معیوب چیز نہیں لیکن صغار تابعین کے ارسال کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں، چنانچہ چند علماء حدیث نے امام زہریؒ کے ارسال پر بھی تنقید کی ہے، مثلاً یحییٰ بن سعید القطانؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ''زہری کی مُرسَل روایت دوسرے لوگوں کی مرسَل سے بُری ہے کیونکہ زہری تو حافظ ہیں اور جس سے روایت سنی ہے اس کا نام لے سکتے ہیں، لہٰذا اگر انہوں نے نام نہیں لیا تو اس کا مطلب ہے وہ نام لینا نہیں چاہتے تھے''۔ اسی طرح امام شافعیؒ سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''زہری کا ارسال کچھ بھی نہیں''۔ لیکن دوسری طرف وہ علماء حدیث بھی ہیں جنہوں نے امام زہریؒ کا دفاع کیا ہے چنانچہ جب امام احمد بن صالحؒ کے سامنے یحییٰ بن سعیدؒ کی امام زہریؒ کی مرسلات کے بارے میں بات کا ذکر کیا گیا تو آپ نے غصہ کا اظہار فرمایا اور کہا: ''ما لِيحيىٰ ومعرفة علم الزهرى، ليس كما قال يحيىٰ ـ'' یحییٰ کو زہری کے علم کا کیا پتہ؟ بات ایسی نہیں ہے جیسے یحییٰ نے کہی۔

(المعرفة والتاريخ ليعقوب بن سفيان، ج1 ص686)

اور حیرت کی بات یہ ہے کہ امام یحیٰی بن سعید القطّانؒ کی امام زہریؒ کی مرسل روایت کو سب سے بُری بتانے والی بات تو نقل کی جاتی ہے لیکن انہی یحیٰی بن سعید کی وہ بات نقل نہیں کی جاتی جو حافظ ابن عبدالبرّ قرطبیؒ (متوفی 465ھ) نے نقل کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

''**قال عبید اللّٰہ بن سعید ابو قدامة: سمعتُ یحییٰ بن سعید القطّان یقول: ما أحد أعلم بحدیث المدنیین من الزهري، وبعد الزهري یحییٰ بن ابي کثیر ، ولیس مُرسل أصح من مُرسل الزهري، لأنه حافظ**'' عبیداللہ بن سعید ابوقدامہ کہتے ہیں کہ میں نے یحیٰی بن سعید القطان کو یہ فرماتے سنا کہ: اہل مدینہ کی حدیث کا زہری سے زیادہ علم رکھنے والا اور کوئی نہیں، پھر زہری کے بعد یحیٰی بن ابی کثیر آتے ہیں، اور زہری کی مرسل سے زیادہ صحیح مرسل اور کوئی نہیں کیونکہ وہ حافظ ہیں۔

(التمهید لما في المؤطا من المعاني والأسانید، ج6 ص112۔ وزارت اوقاف، مراکش)

یہاں یحیٰی بن سعید نے امام زہری کی مرسل کو سب سے زیادہ صحیح فرمایا۔ اب ان کے دو اقوال باہم متعارض ہو گئے، پہلے قول میں امام زہری کی مراسیل کو سب سے بُری اور دوسرے قول میں صحیح ترین کہا گیا ہے، ان دونوں اقوال میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ جن مراسیل کو بُرا کہا گیا ہے اس سے وہ مراد ہوں جو صحیح متصل روایات کے معارض ہوں، اور ایسی مرسل چند ایک ہی ہوں گی، جبکہ دوسرے قول کو ان مراسیل پر محمول کیا جائے جو لائق احتجاج ہیں۔

پھر تابعین کے زمانے میں احادیث کی کوئی اتنی لمبی چوڑی سند تو ہوتی نہیں تھی بلکہ عام عام طور پر حدیث بیان کرنے والے تابعی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک صحابی اور بعض حالات میں ایک بڑے تابعی اور صحابی کا واسطہ ہوتا تھا اس لئے اُس وقت اُس واسطے کو ذکر کرنے کا عام طور پر رواج بھی نہ تھا اور نہ اس کی ضرورت سمجھی جاتی تھی کیونکہ صحابہ کرام اور کبار تابعین موجود تھے اور کسی جھوٹی حدیث کا چھپا رہنا ممکن نہ تھا، اور یہ بھی صرف ایک تمنائی ڈھکوسلہ ہے کہ تابعین کے اندر ''منافقین عجم'' داخل ہو گئے تھے جنہوں نے جھوٹی حدیثیں بنائیں اور امام زہریؒ اور اُن جیسے دوسرے تابعین غلط فہمی میں اُنہیں ثقہ اور قابل اعتبار سمجھ کر اُن سے حدیثیں نقل کرتے رہے۔ کتب جرح وتعدیل میں ہمیں تابعین میں کسی ''عجمی منافق'' کا ذکر نہیں ملتا۔

نیز یہ بات بھی تحقیقی طور پر درست نہیں کہ سنہ 101ھ سے پہلے لکھی ہوئی حدیثیں موجود نہ تھیں یا لکھی نہ جاتی تھیں، حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی (متوفی 463ھ) نے اپنی کتاب ''**تقیید العلم**'' کی قسم ثالث میں دلائل وبراہین کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں احادیث لکھی جاتی تھیں اور مختلف صحابہؓ وتابعینؒ کے مرتب کردہ صحیفوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ تدوین حدیث ایک الگ موضوع ہے جس پر تفصیلی بات کا یہ موقع نہیں ہے۔

امام زہریؒ پر تدلیس کا الزام اور اس کی حقیقت:

علم اصول حدیث میں ایک اصطلاح ہے جسے ''تدلیس'' کہا جاتا ہے، اس کا لغوی معنیٰ پوشیدگی اور پردہ پوشی ہے اور مختصر الفاظ میں تدلیس کسی سند کے عیب کو چھپا کر بظاہر سنوار کر پیش کرنے کو کہتے ہیں، اصطلاح میں تدلیس کی بڑی دو قسمیں ہیں: (1) تدلیس الاِسناد۔ (2) تدلیس الشیوخ۔

تدلیس الاسناد کی مشہور اور صحیح تعریف یہ ہے کہ کوئی راوی اپنے کسی ایسے شیخ یا استاد سے جس سے اُس نے کچھ حدیثیں سُنی ہیں اور اُس سے اُس کا سماع ثابت ہے، کوئی ایسی حدیث روایت کرے جو اُس استاد سے نہیں سُنی، اور بیان کرتے وقت یہ صراحت نہ کرے کہ میں نے یہ حدیث اُس استاد سے سُنی ہے بلکہ ایسے الفاظ کہے جو سماع اور عدمِ سماع دونوں کا احتمال رکھتے ہوں (یعنی ''حدّثنا فلانٌ'' یا ''سمعتُ'' کے الفاظ نہ کہے بلکہ مثال کے طور پر یوں کہے ''عن فلانٍ'' یا ''قال فلانٌ'')۔ پھر اس تدلیس اسناد کی ایک قسم ہے جسے ''تدلیس التسویة'' کہا جاتا ہے، اس میں یہ ہوتا ہے کہ کسی راوی نے ایک ثقہ استاد سے کوئی حدیث سُنی لیکن اُس استاد نے جس سے وہ حدیث سُنی وہ ضعیف تھا، اور اُس ضعیف راوی نے آگے جس سے روایت کی وہ بھی ثقہ تھا اور پہلے ثقہ اور اِس ثقہ کی ملاقات بھی ثابت تھی (لیکن اِس روایت میں دونوں کے درمیان ضعیف راوی کا واسطہ تھا) تو روایت بیان کرنے والا یہ کرتا ہے کہ اپنے ثقہ استاد اور دوسرے ثقہ کے درمیان سے ضعیف راوی کو نکال دیتا ہے اور ایسے الفاظ سے حدیث بیان کرتا ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جیسے ایک ثقہ نے دوسرے ثقہ سے بلا واسطہ یہ حدیث سُنی ہے۔

تدلیس الاسناد کی ذیلی قسموں میں: **تدلیس التسویة، تدلیس السکوت، تدلیس القطع، تدلیس العطف** اور **تدلیس الصیغة** ہیں۔

تدلیس الشیوخ کی تعریف یہ ہے کہ راوی نے جس شیخ سے وہ حدیث سُنی ہے اُس کو ایسے نام یا کنیت یا علاقے کی نسبت کے ساتھ ذکر کرے جو مشہور و معروف نہیں تا کہ اُس کا ضعیف ہونا چھپا رہے۔

تدلیس کرنے والے راوی کی روایت کا حکم:

بعض علماء کے نزدیک اگر کسی کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ ''مدلِّس'' ہے تو اُس کی روایت مطلقاً قابل قبول نہیں، چاہے وہ سماع کی تصریح بھی کرے، لیکن یہ قول اکثریت کے نزدیک معتمد نہیں۔

کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ''مُدَلِّس'' کی صرف وہ روایت قابل قبول ہے جس میں وہ سماع کی تصریح کرے (یعنی ''سمعتُ فلاناً'' یا ''حدَّثنی فُلان'' جیسے الفاظ کہے) بشرطیکہ وہ خود ثقہ ہو، اور اُس کی وہ روایت جس میں سماع کی تصریح نہ ہو قبول نہیں کی جائے گی

(ملخصاً: تیسیر مصطلح الحدیث لمحمود الطحان، ص، 61-62)

لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ تدلیس کی تمام صورتوں کا حکم یکساں نہیں ہے، بلکہ ثقہ اور ضعیف راویوں سے تدلیس کرنے کا حکم مختلف ہے۔ مدلس راوی کسی ایسے شخص سے عنعنہ کرے (یعنی عن کے ساتھ روایت کرے) جس کے ساتھ اس کی رفاقت معروف ہو تو اس کے **عنعنہ** کو سماع پر محمول کیا جائے گا۔ چنانچہ امام یحییٰ بن معینؒ سے یعقوب بن شیبہؒ نے سوال کیا: مدلس راوی اپنی ہر روایت میں قابل اعتماد ہوتا ہے یا صرف اس وقت جب وہ **حدّثنا** یا **أخبرنا** کہے؟ (یعنی اپنے سماع کی صراحت کرے)، تو امام ابن معینؒ نے جواب دیا: ''**لا یکون حجة فیما دلّس** ''، جس روایت میں وہ تدلیس کرے گا صرف اس میں قابل اعتماد نہ ہوگا (**التمهید لابن عبدالبر**، ج 1 ص 18 /**الکفایة في علم الروایة للخطیب البغدادي**، ص 362)، امام یحییٰ بن معینؒ نے یہ نہیں فرمایا کہ ''**عنعنہ** والی ہر روایت قابل قبول نہیں، بلکہ یہ فرمایا کہ جس روایت میں ثابت ہو جائے کہ تدلیس ہوئی ہے وہ قابل قبول نہیں۔ اس کی مزید تفصیل اُن کتب میں مل جائے گی جن میں مدلسین کو طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ تدلیس بسا اوقات جان بوجھ کر نہیں کی جاتی جیسے بعض کبار تابعین اپنی تقاریر یا دروس وغیرہ میں احادیث بیان کرتے اور اختصار کے پیشِ نظر سند سے ایک یا دو راوی جو عموماً ثقہ ہوتے گرا دیتے تھے جس سے شبہ ہوتا کہ اس راوی نے تدلیس کی ہے حالانکہ وہ مجلس حدیث میں اُس حدیث کی مکمل سند بیان کرتے تھے۔

یہ تو ہوگئی تدلیس کی تعریف اور تدلیس کرنے والے کی روایت کا حکم، آیئے اب دیکھتے ہیں کیا امام زہریؒ تدلیس کے ان اصطلاحی معنوں میں مدلِّس تھے؟

کتب تراجم و اسماء الرجال میں امام زہریؒ کے تعارف و ترجمہ میں متقدمین ائمہ میں سے کسی سے زہریؒ کے بارے میں ''تدلیس'' کا الزام نہیں ملتا، بلکہ اس کے برعکس تمام ائمہ کا امام زہریؒ کی جلالت شان اور ان کی ''**عنعنہ**'' والی روایت قبول کرنے پر اتفاق نظر آتا ہے، ہاں متاخرین میں سے حافظ ابن حجرؒ (متوفی 852ھ) نے ''**طبقات المدلِّسین**'' میں امام زہریؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''**الفقیه المدني نزیل الشام، مشهور بالإمامة والجلالة من التابعین وصفه الشافعي والدار قطني وغیر واحد بالتدلیس**۔'' وہ مدنی الاصل فقیہ ہیں جو (بعد میں) شام جا کر بس گئے، وہ (ابن شہاب زہری) تابعین میں سے ہیں اور اپنی امامت اور جلالت شان کی وجہ سے مشہور ہیں، امام شافعیؒ اور امام دار قطنیؒ اور کچھ اوروں نے انہیں تدلیس کے وصف کے ساتھ موصوف کیا ہے۔

(طبقات المدلسین، ص15)

اور حافظ ابن حجرؒ سے پہلے حافظ صلاح الدین العلائیؒ (متوفی 761ھ) نے یہ لکھا تھا کہ ''**محمد بن شهاب الزهری الإمام العَلَم مشهور به وقد قبِل الأئمة قوله عَن**۔'' محمد بن شہاب زہری معروف امام ہیں،

ان کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ تدلیس کرتے ہیں لیکن ائمہ نے ان کا عنعنہ (یعنی وہ روایت جس میں وہ ''عَن'' کے ساتھ روایت کریں) قبول کیا ہے۔

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص109، عالم الکتب۔ بیروت)

اور پھر علائیؒ نے امام زہریؒ کو مدلّسین کے دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے جس کی وضاحت انہوں نے یوں فرمائی ہے ''**من احتمل الائمة تدلیسه وخرّجوا له فی الصحیح وإن لم یصرح بالسماع وذلک إمّا لإمامته أو لقلة تدلیسه فی جنب ما روىٰ أو لأنه لا یدلّس إلا عن ثقة وذلک کالزهری وسلیمان الأعمش وابراهیم النخعی...... الخ**۔'' (دوسرا طبقہ وہ ہے) جن کے بارے میں ائمہ نے تدلیس کا احتمال ظاہر کیا ہے اور صحیح (بخاری ومسلم) میں ان کی وہ روایات بھی لائے ہیں جن میں سماع کی تصریح نہیں، (صحیحین میں ان کی ایسی روایات لانے کی وجہ) یا تو یہ ہے کہ یہ لوگ امام ہیں، یا انہوں نے جو کچھ روایت کیا ہے اس میں تدلیس بہت کم ہے، اور یا یہ وجہ ہے کہ وہ صرف ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں۔

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص113، عالم الکتب۔ بیروت)

امام برہان الدین ابراہیم بن محمد حلبیؒ (متوفی 841ھ) جو سبط ابن العجمی کے نام سے مشہور ہیں نے امام زہریؒ کے بارے میں یوں لکھا ''**الامام العالِم المشهور، مشهور به وقد قبِل الائمة قوله عن**۔'' مشہور امام اور عالم ہیں، وہ بھی تدلیس کے ساتھ مشہور ہیں، لیکن ائمہ نے ان کا عنعنہ قبول کیا ہے۔

(التبیین باسماء المدلّسین ص50، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت)

جہاں تک امام شافعیؒ وامام دارقطنیؒ کی امام زہریؒ کے بارے میں تدلیس کی بات ہے، تو امام شافعیؒ کی یہ بات ہمیں ان کی اپنی کتابوں میں نہیں ملی، بلکہ اس کے برعکس وہ خود اپنی کتابوں میں امام زہریؒ کی روایات پیش کرتے ہیں اور انہوں نے کہیں بھی انہیں ''مدلس'' بتا کر ان کی روایت ردّ نہیں کی، اور اگر بالفرض انہوں نے ایسا کہا بھی ہوتا اور تدلیس سے مراد متاخرین کے نزدیک اصطلاحی تدلیس بھی ہوتو امام شافعی کی یہ بات اپنے سے پہلے ائمہ حدیث کے اجماع واتفاق کے خلاف ہوتی، نیز امام دارقطنیؒ نے بخاری ومسلم کی احادیث پر اعتراضات کیے ہیں لیکن انہوں نے امام زہریؒ کی معنعن روایت پر اس وجہ سے اعتراض نہیں کیا کہ چونکہ امام زہریؒ مدلس ہیں لہٰذا ان کی ''عــن'' سے بیان کردہ روایت ناقابل قبول ہے۔ الغرض اگر امام شافعیؒ وامام دارقطنیؒ سے امام زہریؒ کی طرف تدلیس کی نسبت کرنا ثابت بھی ہوجائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان کی مراد ارسال خفی تھی نہ کہ وہ تدلیس جس کا متاخرین کے نزدیک خاص مفہوم ہے ورنہ وہ امام زہریؒ کی ہر وہ روایت ردّ کرتے اور اس پر اعتراض کرتے جو معنعن ہے، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے حافظ ابوالحسن علی بن الجعد

الجوہریؒ (متوفی 230ھ) نے امام شعبہؒ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ''مارأیتُ احداً من أصحاب الحدیثِ اِلّا یُدلِّسُ اِلّا ابن عون وعمرو بن مرة ۔''میں نے ابن عون اور عمرو بن مرۃ کے علاوہ تمام حدیث بیان کرنے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ تدلیس کرتے ہیں۔ (مسند ابن الجعد ،ج1 ص 277، روایت نمبر 52، مکتبۃ الفلاح۔ الکویت) یہاں متأخرین کے ہاں تدلیس کا خاص مفہوم مراد نہیں بلکہ صرف ارسال کو تدلیس کہہ دیا گیا ہے، پھر یہ بات بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ ائمہ حدیث نے امام زہریؒ کی ''معنعن'' روایت کو قبول کرنے میں کبھی تردد نہیں کیا جیسا کہ امام علائی اور سبط ابن العجمی نے صاف طور پر لکھا ہے کہ ائمہ حدیث (خاص طور پر امام بخاریؒ وامام مسلمؒ) نے زہریؒ کا ''عنعنہ'' قبول کیا ہے، نیز ائمہ نے ان تمام لوگوں کو شمار بھی کرلیا ہے جن سے زہریؒ کا سماع ثابت ہے اور جن سے نہیں، پھر امام زہریؒ اہل حجاز میں سے ہیں اور اہل حجاز وحرمین میں تدلیس نہیں پائی جاتی تھی یا بہت ہی کم تھی۔ خود امام شافعیؒ نے فرمایا:

''ولا نعرف بالتدلیس ببلدنا ، فیمن مضی ولا من أدرکنا من أصحابنا ......'' ہم اپنے علاقے (یعنی حجاز) میں کسی کو نہیں جانتے جس نے تدلیس کی ہو، نہ اُن لوگوں میں جو پہلے گزر چکے، نہ ہمارے ان اصحاب میں جن کا زمانہ ہم نے پایا ہے۔

(کتاب الرسالۃ، ص 378 تحقیق احمد محمد شاکر، مصر)

امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م 405ھ) لکھتے ہیں:

''ان اھل الحجاز والحرمین ومصر والعوالي لیس التدلیس من مذھبھم ......'' اہل حجاز، اہل حرمین اور اہل مصر کا مذہب تدلیس نہیں ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث، ص 356، دار ابن حزم۔ بیروت)

خطیب بغدادیؒ (متوفی 453ھ) لکھتے ہیں:

''أصح طُرُقِ السندِ ما یُرویہ أھل الحرمینِ، مکۃ والمدینۃ، فإن التدلیس فیھم قلیل والاشتھار بالکذب ووضع الحدیث عندھم عزیز ''سند کا صحیح ترین طریق وہ ہے جس کے راوی مکہ ومدینہ والے ہوں، کیونکہ ان میں تدلیس بہت کم ہے اور ان کے نزدیک کسی کا جھوٹ اور وضع حدیث کے ساتھ مشہور ہونا بہت بڑی (عیب کی) بات ہے۔

(الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، ص 419، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت)

تو اگر امام زہریؒ واقعی تدلیس کے خاص مفہوم میں ''مدلّس'' مشہور ہوتے تو ائمہ حدیث ان کی وہ روایت ہرگز قبول نہ کرتے جو ''عن'' کے ساتھ ہو، اسی لئے امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں امام زہریؒ کے بارے میں

یوں لکھا ''محمد بن مسلم الزهري، الحافظ الحجّة، كانَ يُدَلِّس في النادر ۔'' محمد بن مسلم زہریؒ حافظ اور حجت ہیں، ان کی تدلیس بہت نادر ہے (یعنی نہ ہونے کے برابر ہے، کیونکہ النادر كالمعدوم)۔

(میزان الاعتدال، ج4، ص40، دارالمعرفۃ بیروت)

اگرچہ امام زہریؒ کی ''نادر تدلیس'' (اصطلاحی معنوں میں) ثابت کرنا بھی بہت مشکل ہے، لیکن عجیب تر بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے امام زہریؒ کا شمار مدلّسین کے تیسرے طبقہ میں کر دیا جس کی وضاحت یوں کی ہے کہ ''من أكثر من التدليس فلم يحتج الائمة من أحاديثهم اِلّا بما صَرَّحوا فيه بالسماعِ ومنهم من رُد حديثهم مطلقاً ومنهم من قبلهم ۔'' (اس طبقہ میں) وہ لوگ ہیں جو بہت زیادہ تدلیس کرتے ہیں، ائمہ نے اِن کی صرف ان احادیث کو حجت قبول کیا ہے جن میں وہ سماع کی تصریح کریں، کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس طبقہ کے لوگوں کی حدیث کو مطلقاً رد کیا ہے اور کچھ وہ ہیں جنہوں نے مطلقاً قبول کیا ہے۔

(طبقات المدلّسين، ص2)

کچھ لوگ حافظ ابن حجرؒ کی کتاب ''طبقات المدلسین'' میں امام ابن شہاب زہریؒ کا نام دیکھ کر ان کو مجروح ٹھہرانے کے درپے ہوگئے ہیں، وہ غلط فہمی سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اس کتاب میں ''مدلسین'' کی فہرست میں ذکر کیا جانے والا ہر نام ایسی تدلیس کے زمرے میں آتا ہے جو کہ حرام ہے، اُن کا دھیان اس طرف نہیں گیا کہ اس کتاب میں تو مشہور ائمہ حدیث مثلاً امام مالکؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور یہاں تک کہ امام دارقطنیؒ جیسے ثقہ لوگ بھی مدلسین کی فہرست میں شامل ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے مدلسین کو پانچ طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے طبقہ کی وضاحت یوں فرماتے ہیں کہ ''من لم يوصف بذلك الا نادراً كيحيىٰ بن سعيد الانصاري '' پہلا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو شاذ و نادر ہی وصفِ تدلیس سے موصوف کیے گئے ہیں جیسے یحییٰ بن سعید انصاری۔ دوسرے طبقہ کی وضاحت یوں فرماتے ہیں ''من احتمل الأئمة تدليسه وأخرجوا له في الصحيح لامامته وقلة تدليسه في جنب ما روى كالثوري أو كان لا يُدلّس الّا عن ثقة كابن عيينة'' جن کی تدلیس کے بارے میں ائمہ کو احتمال ہوا اور انہوں نے قلت تدلیس اور اس کی امامت کی وجہ سے اپنی صحیح کتب میں ان کی روایات لی ہوں جیسے سفیان ثوری، یا وہ راوی صرف ثقہ سے تدلیس کرتا ہو جیسے (سفیان) بن عیینہ۔ اور تیسرا طبقہ حافظ ابن حجرؒ نے وہ بیان کیا ہے جس کا ذکر پہلے ہوا کہ ''جو بہت زیادہ تدلیس کرتے ہیں، ائمہ نے اِن کی صرف ان احادیث کو حجت قبول کیا ہے جن میں وہ سماع کی تصریح کریں، کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس طبقہ کے لوگوں کی حدیث کو مطلقاً رد کیا ہے اور کچھ وہ ہیں جنہوں نے مطلقاً قبول کیا ہے جیسے ابوالزبیر المکی''۔ اور پھر حافظ

ابن حجرؒ نے امام ابن شہاب زہریؒ کا شمار بھی اس تیسرے طبقہ میں کیا ہے جو کہ کئی وجوہ سے محلِ نظر ہے:

(1)...... یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ائمہ حدیث خاص طور پر شیخین (بخاری ومسلم) نے امام زہریؒ کی روایات اپنی اپنی صحیح میں بکثرت لی ہیں اوران روایات کو بطور حجت قبول کیا ہے۔

(2)......متاخرین میں سے جن لوگوں نے امام شافعیؒ ودارقطنیؒ کی بات سے (بشرط ثبوت) یہ سمجھ لیا کہ اس سے ارسال نہیں بلکہ اپنے خاص معنوں میں تدلیس مراد ہے اور پھر یہ لکھ دیا کہ امام زہریؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ تدلیس کرتے تھے (جیسے امام علائی وسبط ابن العجمی) انہوں نے خود یہ بھی تسلیم کیا کہ ائمہ حدیث نے زہریؒ کا ’’**عنعنه**‘‘ قبول کیا ہے اوران کی ’’عن‘‘ کے ساتھ روایت کی گئی حدیث ردّ نہیں کی۔

(3)...... نیز امام علائیؒ نے امام زہریؒ کو مدلسین کے دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے جس کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ ’’**من احتمل الائمة تدليسه وخرّجوا له فی الصحیح وإن لم یصرح بالسماع وذلک إمّا لإمامتِه أو لقلة تدلیسه فی جنب ما رویٰ أو لأنه لا یدلّس إلا عن ثقة وذلک کالزهری وسلیمان الأعمش وابراهیم النخعی...... الخ**‘‘ (دوسرا طبقہ وہ ہے) جن کے بارے میں ائمہ نے تدلیس کا احتمال ظاہر کیا ہے اور صحیح (بخاری ومسلم) میں ان کی وہ روایات بھی لائے ہیں جن میں سماع کی تصریح نہیں، (صحیحین میں ان کی ایسی روایات لانے کی وجہ) یا تو یہ ہے کہ یہ لوگ امام ہیں، یا انہوں نے جو کچھ روایت کیا ہے اس میں تدلیس بہت کم ہے، اور یا یہ وجہ ہے کہ وہ صرف ثقہ سے تدلیس کرتے ہیں۔ (حوالہ پہلے بیان ہوا)۔

(4)......امام زہریؒ کے بارے میں امام ذہبیؒ نے صاف طور پر لکھا کہ ’’**محمد بن مسلم الزهری، الحافظ الحجّة، کانَ یُدَلِّس فی النادر**‘‘ محمد بن مسلم زہریؒ حافظ اور حجت ہیں، ان کی تدلیس بہت شاذ ونادر ہے (حوالہ پہلے گزرا) نیز خود حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ایک روایت پر بات کرتے ہوئے اسی بات کا اقرار بایں الفاظ کیا ہے کہ:

’’**وادخال الزهري بینه وبین عُروة رجلاً مما یؤذن بأنه قلیل التدلیس**‘‘ زہری کا اپنے اور عروہ کے درمیان ایک اور آدمی کا واسطہ ذکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ (امام زہری) قلیل التدلیس تھے۔

(فتح الباری بتحقیق محمد فؤاد عبدالباقي، ج10 ص427، المکتبۃ السلفیۃ)

(جاری ہے)

❁❁❁